# قسط نمبر 17

''کاش یہ ذات پات کی اونچ نیچ اور غربت و دولت کے جھمیلے ہمارے درمیان نہ ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا؟''

وہ وہیں بیٹھی یہ ساری باتیں سوچ رہی تھی جہاں کئی بار ابراہیم شاہ کی معیت میں وقت گزارا تھا رات کے اس پہر چاند کی دھیمی روشنی میں بھی اسے اندھیرا ہی نظر آ رہا تھا کہیں روشنی کی جھلک نظر نہیں آ رہی تھی

''محبت اور وہ بھی ابراہیم شاہ جیسے انسان سے محبت لاحاصل کی تمنا ہی ہے, بھلا چاند کو کیا فرق پڑتا ہے کہ اس کے کتنے دیوانے ہیں؟''

''یہاں بیٹھ کر دکھ ہی ہوگا جہاں دکھ ملیں وہاں سے اٹھ جاتے ہیں؟''

وہ حلیمہ بی بی کی آواز سن کر چونک اٹھی

''آپ بھی سو جاتی ہیں اور مجھے بھی نیند نہیں آتی تبھی میں رات کو یہاں آ کر بیٹھ جاتی ہوں اپنے آپ سے باتیں کرتی رہتی ہوں اور اپنی باتوں کو سن کر خود کو تسلی بھی دیتی رہتی ہوں۔''

وہ اس کو تفصیل بتا کر مطمئن کر رہی تھی

''میں اچھی طرح سے جانتی ہوں کہ تم یہاں اپنے آپ سے ہی باتیں کرتی رہتی ہو لیکن شاید آج تمہارا اپنا آپ یہاں نہیں ہے؟''

ان کی اداس لہجے میں کی گئی معنی خیز بات نے اسے چونکا دیا تھا

''مجھے ان ساری باتوں کا اندازہ اس لیے ہے کہ میں بھی اکثر یہاں بیٹھ کر اپنے آپ سے باتیں کیا کرتی تھی۔''

وہ جیسے اپنے کسی جرم کا اعتراف کر رہی تھیں لیکن میرا اپنا آپ ایک وہمہ تھا حقیقت نہیں تھی پھر میری شادی ہوگئی اور وہ مجھے جلد ہی چھوڑ کر خود اللہ کے پاس چلا گیا اور جانتی ہو میں پھر یہیں آ گئی واپس اپنی منزل پر اب تو بہانہ بھی تھا کہ اپنے مرحوم شوہر کی خواہش کے مطابق شادی نہیں کروں گی لیکن میں جس کی خواہش نہ تھی اس نے مجھ سے کیا خواہش کرنی تھی یہ سب تو یہاں سے نہ جانے کا بہانہ تھا۔''

حلیمہ کی آنکھوں میں آنسو تھے

وہ اٹھ کر اس کے پاس آ گئی ''مطلب یہ ہوا کہ مجھے بھی حلیمہ بی بی بننا ہے ساری عمر مزار اور حویلی والوں کی خدمت کرنی ہے اس مقام کو اپنی منزل بنانا ہے؟''

وہ اس سوال پر مسکرا دی ''یہ شرف بھی کسی کسی کی قسمت میں ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہماری تقدیر ایک جیسی ہو یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ جس کے لیے میں ساری عمر ترستی رہی ہوں وہ محبت تمہارے نصیب میں لکھی ہو۔''

''میں نے محبت پانے کی خواہش کبھی نہیں کی ہے ہاں محبت کرنے پر کوئی زور نہیں نہ اس سے کوئی مجھے روک سکتا ہے میرے شوہر نے بھی میری آنکھوں میں یہ محبت پڑھ لی تھی اور کہا تھا حلیمہ تو نے روح مرشدوں کی حویلی میں چھوڑی ہوئی ہے اور جسم ساتھ لے آئی ہو میں نے اسے کہا تھا روح چھوڑی نہیں ہے نکل گئی ہے وہیں رہ گئی ہے بھلا روح کب اپنے اختیار میں ہوتی ہے اس کا ہونا اور پھر نہ رہنا یہ تو کسی اور کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔'' وہ اس طویل بات کے جواب میں حلیمہ کا ہاتھ پکڑ کر بولی

''اک بات پوچھوں؟''

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی ''مجھے پتہ ہے تم کیا پوچھو گی لیکن اب پوچھنے کا کیا فائدہ اب تو بس دید کی پیاسی نظروں کی پیاس بجھانی ہوتی ہے اور وہ بجھ جاتی ہے سیراب رہتی ہیں اکھیاں بلکہ اب تو ان کو خوش دیکھ کر خوش بھی رہتی ہیں مت پوچھو ان کا نام بس یہ جان لو کہ میں کنیز ہوں تو وہ مرشد ہی ہوں گے؟''

وہ شکستہ قدموں سے واپس چلی گئی یہ کہتے ہوئے کہ

''محبت کرتے رہنا آسان نہیں روح پر آبلے پڑ جاتے ہیں۔''

تارا گل تیزی سے حلیمہ بی بی کے پیچھے گئی اور اس کے مقابل جا کر کھڑی ہوگئی بوڑھی کالی آنکھوں میں لال عشق تیر رہا تھا اس نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھا۔

''سید کامل شاہ؟'' سرگوشی میں پوچھا گیا سوال حلیمہ کی آنکھوں میں خوف پیدا کر گیا

''اب بھی سوال کر رہی ہو؟'' ان آنکھوں میں خوف کے بادلوں کا سایہ سا لہرانے لگا

''مرشد کہو تارا گل'' زخمی لہجہ اس کا دل دکھا گیا اور وہ اندر کی طرف چل پڑی تارا گل اک ٹھنڈی آہ بھر کر سوچنے لگی ان حالات میں تو خود پر بھی انسان کا زور نہیں چلتا کہ محبت کا بوجھ حلیمہ کی طرح میرے کندھے ابھی سے جھکا چکا ہے لیکن سر نہیں جھکاؤں گی کسی بھی صورت۔''

وہ چاند پر نظریں جمائے بیٹھی تھی

ابراہیم شاہ کا لہجہ سماعتوں میں دھیمی دھیمی سرگوشیاں کر رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

دوسرے دن وہ ابراہیم شاہ کی مسلسل خاموشی سے تنگ آ کر اسپتال آ گئی

اسے بیخبری میں بھی اتنی تو خبر تھی کہ وہ کس ہاسپٹل کے کس روم میں ایڈمیٹ ہیں

''سید کامل شاہ صاحب سے ملنا ہے۔'' وہ بیزاری سے پوچھ رہی تھی یوں جیسے ان کی بیمار پرسی کے لیے آ کر کوئی احسان کر رہی ہو

''جی وہ تو رات ہی گھر واپس چلے گئے تھے'' ریسیپشن پر موجود نرس نے کہا تو وہ حیرت سے اسے گھورنے لگی ''کیا آپ یہ بتا سکتی ہیں کہ شاہ صاحب کو ہوا کیا تھا؟''

وہ مشکوک انداز میں پوچھ رہی تھی

''جی انہیں معمول کے چیک اپ کے لیے لایا گیا تھا اور ان کے بقول کمزوری محسوس ہو رہی تھی اس لیے انہیں ڈرپ وغیرہ لگایا گیا۔''

وہ سکتے کی سی کیفیت میں سن رہی تھی

''تو یہ سارا ڈرامہ نکاح نہ کرنے کے لیے تھا؟ وہ دم بخود سی سوچے جا رہی تھی

وہ فیصلہ کن انداز میں سید نگر کے لیے روانہ ہوگئی ''اگر ڈرامہ نہیں بھی تھا تب بھی ہونے والی بیوی اور ہونے والی بہو کو کسی طرح کی کوئی اطلاع ہی نہیں یہ کیا قصہ ہے؟ لگتا ہے بڈھے کو ایک بار پھر سے سب کچھ یاد کرانا پڑے گا''

وہ حویلی کے باہر ٹیکسی کھڑی کروا کر اندر داخل ہوگئی سامنے برآمدے میں ہی تارا گل چارپائیوں کی چادریں ٹھیک کر رہی تھی اسے دیکھتے ہی اس کا منہ بن گیا

''کہاں ہیں وہ باپ بیٹا؟'' اس نے ترش انداز میں پوچھا تو تارا گل نے بدستور لاپرواہی سے اپنے کام میں مگن رہتے ہوئے سرسری سے انداز میں کہا

''اک منحوس ہمارے گھر میں بیاہ کر آنے والی تھی اور وہ صاف ستھرے اجلے من کے لوگ ہیں وہ بیمار ہوگئے اور اب اسپتال میں داخل ہیں کل سب کچھ دیکھ کر بھی یوں پوچھ رہی ہو جیسے یاداشت کھوگئی ہو؟''

وہ اس معمولی نوکرانی کی بدتمیزی برداشت نہ کرسکی اور تیزی سے اس کے قریب جا کر پیچھے سے اس کا بازو پکڑ لیا۔

''میرے ساتھ تمیز سے بات کیا کرو ویسی تمیز کا مظاہرہ جیسا ایک نوکرانی اپنی مالکن کے سامنے کرتی ہے۔'' وہ ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا کر بولی ''صاف صاف کہو نا کہ جس طرح تمہاری ماں آمنہ بات کرتی تھی اپنی مالکن کے ساتھ۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے ماں کا طعنہ دے ہی دیا'' بکواس نہ کرو اور مجھے صاف صاف بتاؤ کہ وہ لوگ کہاں ہیں ہاسپٹل میں نہیں ہیں رات ہی وہاں سے نکل گئے تھے۔''

وہ ہر حال میں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی

''تو ابراہیم شاہ صاحب کو فون کر کے پوچھیں نا مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہیں ان کے بارے میں، میں تو یہاں گھر میں بیٹھی ہوئی ہوں۔''

وہ فون اسے دے کر بولی تم اسے واٹس میسج کرو کہ میں یہاں حویلی میں موجود ہوں ان کے بارے میں معلومات کرنے اور یہ جاننے کے لیے کہ وہ کہاں ہیں؟''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ تمہارا فون رسیو نہیں کر رہے؟''

وہ طنزیہ انداز میں بولی تو فاطمہ نے اسے محض گھورنے پر اکتفا کیا

''وہ وائس میسج سن کر گھبرا سے گئے تھے وہ اس قدر خطرناک لڑکی تھی کہ کسی کے ساتھ کچھ بھی کر سکتی تھی

''ہم کچھ دیر میں گھر پہنچ رہے ہیں اپنا خیال رکھیں'' اس کا فون رسیو نہ کرنے والا فوراً ہی اس کی وائس سن کر جوابی میسج کر رہا تھا اس کا دماغ کھولنے لگا تھا جی چاہا کہ اس معمولی لڑکی کو گردن سے پکڑ کر دھکے دیتے ہوئے دیوار سے لگا دے اور پھر اس کے سر کو ٹکریں مارتی رہے تب تک کہ جب تک وہ معافی نہ مانگے۔''

وہ آ رہے ہیں اور تم نے سن لیا ہے تو تمہیں یہ احساس بھی ہو جانا چاہیے کہ تمہاری ان کی زندگی میں کیا حیثیت ہے؟''

وہ اس پر حملہ آور ہونے والی تھی اور ابھی اسے چٹیا سے پکڑا ہی تھا تارا گل نے اس اچانک حملے پر بے یقینی سے اسے دیکھتے ہوئے خود کو چھڑانے پر اکتفا کیا یہ سوچ کر کہ وہ مرشد سرکار کی بہو اور چھوٹے مرشد کی ہونے والی بیوی ہے لیکن جب وہ پوری قوت سے اس کے بال کھینچتے ہوئے اسے تقریباً گھسیٹتے ہوئے چارپائی کے قریب لے گئی تا کہ وہیں گرا سکے تو تارا کے پٹھان خون نے جوش مارا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اسے دھکا دیتے ہوئے خود کو چھڑانے کی کوشش کی مگر پوری طاقت لگانے کے باوجود وہ ایسا نہ کر پائی تارا گل کو لگا اس لڑکی کے جسم میں کوئی طاقت ور جن گھس گیا ہے وہ اپنی گرفت سے تو انسان نہیں لگ رہی تھی اسی وقت باغیچے سے سلطانہ شاہ اور عبداللہ شاہ دونوں اندر داخل ہوتے نظر آئے۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے تم اس بچی کو لاوارث سمجھ کر اس پر ہاتھ اٹھا رہی ہو؟ تو یاد رکھو یہ لاوارث نہیں ہے بلکہ ہم سب اس کا پوچھنے والے یہاں موجود ہیں۔''

سلطانہ شاہ کی آنکھیں حیرانی سے پھیلی ہوئی تھیں ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ لڑکی اس حد تک جا سکتی ہے اور اپنے ہونے والے سسرال میں اس طرح مار دھاڑ بھی کر سکتی ہے ان دونوں کو

لگا یہ کوئی پاگل ہے جو بے خودی میں یہ سب کر رہی ہے

''آپ بیچ میں نہ بولیں تو بہتر ہوگا

اور سنیں آپ کو اپنے گھر میں آرام نہیں ہے کہ ہر وقت منہ اٹھا کر بھائی کے گھر کی طرف چل پڑتی ہیں اللہ کی بندی دوسروں کو بخش دیں اور کہیں کونے کھدرے میں بیٹھ کر اللہ اللہ کریں؟''

اس کی بات سن کر دونوں ماں بیٹا کچھ کہہ ہی نہ پائے اور جب عبداللہ شاہ کو اس کی بات کی سمجھ آئی تو وہ غصے سے لال پیلے ہوتے ہوئے اس کی طرف بڑھے تارا گل کی چٹیا اب بھی اس کے ہاتھ میں تھی اور وہ دونوں ہاتھوں سے خود کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی عبداللہ شاہ نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور تارا گل کے سر پر اس کی اوڑھنی ٹھیک کر کے اوڑھا دی ان کا دل تو چاہ رہا تھا کہ اس لڑکی کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ لگا دیں لیکن مصلحت آڑے آ گئی اور وہ اپنی اس خواہش پر قابو پاتے ہوئے اس سے تھوڑی دور جا کر کھڑے ہو گئے

''تم لوگ سمجھتے ہو کہ مجھے اس گھر سے نکال دو گے کیونکہ اس طرح میں تمہیں ہر وقت کی دادا گیری سے روک دوں گی اپنی بادشاہت جانے کا ڈر ہے نا دیکھو کہ اب میں کرتی کیا ہوں؟'' اس نے موبائل فون سے نمبر ملایا اور دوسری طرف کی آواز سن کر بولی

''انکل میں فاطمہ بول رہی ہوں یہاں میرے اوپر ایک آدمی نے ہاتھ اٹھایا ہے اور میرے کپڑے بھی پھاڑ دیے ہیں مجھے اپنی عزت کی فکر ہے پلیز جلدی آئیں میں یہاں سید نگر کے سیدوں کی حویلی میں ہوں جی جی وہیں۔'' اس نے رونی آواز نکالتے ہوئے بات مکمل کی اور اس سے پہلے کہ وہ لوگ کچھ کہتے فون بند کر دیا

''یہ میری سہیلی کے بابا ہیں آئی جی پولیس ,اور مقامی تھانے سے پولیس موبائل آ رہی ہے چند منٹ میں اب اپنی خیر مناؤ'' دیکھتے ہی دیکھتے اس نے ایک ہاتھ سے کھینچ کر اپنی قمیض کی آستین پھاڑی اور دوسرے ہاتھ سے اپنی اوڑھنی کو مروڑ کر شکن آلود کر دیا دونوں ہاتھوں سے اپنے بال بگاڑے اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کو دونوں آنکھوں کے نیچے رگڑ کر اپنا کاجل پھیلا دیا اب اس کی شکل دیکھ کر

یوں لگ رہا تھا کہ وہ روتی رہی ہے اور اس پر کسی نے خوب تشدد کیا ہے۔" عبداللہ شاہ یہ سب دیکھ کر اپنی جگہ پر کھڑے کے کھڑے رہ گئے تھے لیکن سلطانہ شاہ کا سر ایک دم سے چکرانے لگا اور وہ اگر بیٹے کو نہ پکڑ لیتیں تو زمین پر گر جاتیں "مما پلیز خود کو سنبھالیں اب تو آئے دن ہمیں یہ ڈرامے دیکھنے پڑیں گے اور اس کی وجہ آپ کے بھائی صاحب ہیں۔" وہ شدید غصے میں تھے اور دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں کو سختی سے بھینچا ہوا تھا انہوں نے پہلے ماں کو لے جا کر چارپائی پر لٹا دیا اور تارا گل جلدی سے پانی کا گلاس لے کر آئی انہیں سہارے سے اٹھا کر پانی پلانے لگی

عبداللہ شاہ نے ابراہیم شاہ کا نمبر ملایا اور دوسری طرف سے ابراہیم شاہ نے فوراً کال ریسیو کر لی

"ہماری عزت کا جنازہ نکالنے کے لیے جس لڑکی کو آپ لوگوں نے گھر کا رستہ دکھایا ہوا ہے اب آ کر اسے خود ہی سنبھالیں کیونکہ یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔"

دوسری طرف سے انہوں نے کہا کہ ہم بس گھر کے قریب ہی ہیں اور آپ لوگ تیار رہیں آپ کے لیے سرپرائز ہے

"بلاوجہ اب جو پولیس آ رہی ہے فی الحال تو اس سرپرائز کو سنبھالنا ہوگا"

وہ شدید پریشانی سے ادھر ادھر ٹہلنے لگے

"مس فاطمہ حسن علی آپ فوراً پولیس کو فون کر کے یہاں آنے سے منع کریں اور یہ کہیں کہ معاملہ افہام و تفہیم سے حل ہو گیا ہے اب آپ کے آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

تارا گل نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تو وہ طنزیہ انداز میں کہ قہقہے لگانے لگی۔

"ابھی سے تم لوگ ڈر گئے ہو ابھی تو پولیس آ کر سب کو اپنے ساتھ تھانے لے کر جائے گی یہاں تم لوگوں کی پیری مریدی بھی کام نہیں آ سکتی کیونکہ میں فاطمہ حسن علی، آئی جی انکل کی بیٹی کی سہیلی ہوں مطلب کہ بیٹی کی سہیلی بیٹی ہو گئی؟"

"میں تمہاری ہر چال کو ناکام بنا کر چھوڑوں گی ابھی بھی وقت ہے پولیس کو فون کر کے آنے سے منع کر دو ورنہ تمہاری جو بیعزتی ان سب کے سامنے ہو گی تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔" لیکن وہ اس انداز

میں کھڑی تھی کہ جیسے سے کسی ریاست کی رانی ہو عبداللہ شاہ اور سلطانہ شاہ دونوں پریشان سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے دونوں کے دلوں میں یہی خدشات تھے کہ اچانک پولیس آجائے گی اور پولیس کو یہ چلاک لڑکی جو کہے گی وہ اس کے بات مانیں گے

تارا گل نے ان ماں بیٹے کی بے بسی بڑے افسوس سے دیکھی وہ اس لڑکی کی فطرت سے اتنی اچھی طرح واقف ہو چکی تھی کہ اس کے ہر وار کے لیے پہلے سے تیار رہنے لگی تھی

یہ تو وہ جان چکی تھی کہ فاطمہ حسن علی کوئی عام سی لڑکی نہیں ہے بلکہ یہ نسلوں کو برباد کرنے والی شے ہے۔

''اس مزار اور حویلی کے تقدس کو ذرا سا بھی نقصان پہنچا تو اس کی بہت بڑی سزا پاؤ گی لڑکی''

عبداللہ شاہ نے اسے کہا تو وہ کندھے اچکا کر رہ گئی۔

''کوئی مائی کا لعل ابھی پیدا ہی نہیں ہوا جو فاطمہ کو سزا دے سکے اگر ایسا کوئی سوچے گا بھی تو اس کی زندگی سزا ہو جائے گی..... میں ڈرنے والے دن پیدا ہی نہیں ہوئی سمجھے؟''

''بیٹا اس لڑکی کے منہ نہ لگو یہ واقعی کچھ بھی کر سکتی ہے۔'' ماں نے سہم کر کہا تو وہ فاتحانہ انداز میں ان کو دیکھنے لگی تارا گل کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ اسے بالوں سے پکڑ کر ان کے پاؤں میں جھکا دیتی

''یہ دیکھو اپنا سارا ڈرامہ''

تارا گل نے موبائل فون اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا سب حیران تھے کہ اس کے پاس فون کہاں سے آیا ہے؟

عبداللہ شاہ نے دیکھا وہ فون پر چلنے والی ویڈیو دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی ہے ''تارا گل! اس موبائل میں ایسا کیا ہے؟''

انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے موبائل لینا چاہا تو اس نے موبائل واپس کھینچ کر فورا ویڈیو ڈیلیٹ کر دی اور زور سے ہنسنے لگی

''تم خود کو سمجھدار کہتی ہو لیکن تم جیسی سمجھدار کو میں چیونٹی کی طرح پاؤں تلے روند کر گزر جاتی ہوں میں نے وہ ویڈیو ڈیلیٹ کر دی ہے اب کیا دکھاؤ گی پولیس والوں کو۔''

تارا نے اطمینان سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور کہا ''فاطمہ بی بی دنیا میں صرف تم ہی ایکسٹرا اسمارٹ نہیں ہو اور لوگ بھی ہیں..... تمہیں شاید یونیورسٹی والا سبق بھول گیا ہے میں نے وہ ویڈیو چار مختلف نمبرز پر بھیج دی ہے..... ایک نمبر تمہارے ان ماموں یا چچا کا بھی ہے جو ہر جگہ کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دیتے ہیں میں نے ان کا نمبر ان کی بیوی سے لیا تھا یہ کہہ کر کہ شاہ صاحب کی خیریت میں ان کو بتا دوں گی وہ بے چاری خود موبائل فون یوز نہیں کرتی ورنہ میں ان کو بھی بھیج دیتی اس طرح ابھی تک تمہارے آدھے خاندان میں وہ ویڈیو پھیل جاتی لیکن تمھاری قسمت اچھی ہے ہو سکتا ہے تمہارے یہ رشتہ دار اپنی بیوی سے یہ ویڈیو چھپا لیں یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی بیوی ان کے فون پر گہری نظر رکھتی ہوں بس دعا کرو کہ اپنے خاندان میں بیعزتی نہ ہو۔''

اس نے یہ سن کر غصے سے موبائل اٹھا کر چارپائی پر پھینک دیا تھا عبداللہ شاہ نے فوری طور پر ابراہیم شاہ کا نمبر ملایا اور انہیں کہا کہ ابھی جو ویڈیو آپ کو تارا کے فون سے رسیو ہوئی ہے وہ فوراً مجھے سینڈ کر دیں اگلے ہی لمحے ان کے موبائل فون پر وہ ویڈیو آ چکی تھی انہوں نے دیکھا..... اور شاباش دینے والی نظروں سے تارا گل کی طرف دیکھ کر انگوٹھے سے جیت کا اشارہ کیا

''اس جیسی خطرناک خود غرض اور فسادی لڑکی کے ساتھ یہ سب ہی کرنا چاہیے چلو آئی جی انکل کو فون ملاؤ ورنہ میں ان کو یہ ویڈیو سینڈ کر دوں گی آئی جی پورے صوبے کی پولیس کا سربراہ ہوتا ہے اور ان کا نمبر لینا کوئی مشکل کام نہیں ہے اگر کہتی ہو تو میں ایک منٹ میں ان کا نمبر لے کر یہ تمہارے ڈرامے والی ویڈیو ان کو سینڈ کرتی ہوں ان کو بھی تو ذرا پتہ چلنا چاہیے کہ ان کی اکلوتی بیٹی کس قسم کی لڑکی کے ساتھ اٹھتی بیٹھتی ہے۔'' وہ مسکرا کر طنزیہ انداز میں کہہ رہی تھی اور فاطمہ حسن علی کی رنگت متغیر ہو چکی تھی اس کی شکل بالکل ویسی بنی ہوئی تھی جیسی یونیورسٹی میں وڈیو دیکھ کر بنی تھی شکاری اپنے دام میں آ چکا تھا اور اب نکلنے کے لیے ہاتھ پاؤں ہلا رہا تھا اسے اس مسکین سی لال گالوں والی تارا گل سے اس چالاکی کی توقع بالکل بھی نہیں تھی وہ خونخوار انداز میں اسے گھورے جا رہی تھی

اس نے فیصلہ کن انداز میں فون نکالا اور جلدی سے نمبر ملایا دوسری طرف سے آواز سن کر کہا ''بہت

شکریہ انکل آپ پولیس والوں کو منع کر دیں ان لوگوں نے مجھ سے معافی مانگ لی ہے اور اب سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہیں آپ بالکل فکر نہ کریں میں ٹھیک ہوں۔" عبداللہ شاہ ویڈیو میں مکمل ڈوبے ہوئے تھے۔

"یار تم کتنا اچھا ڈرامہ کرتی ہو تمہیں تو ایکٹنگ کی لائین میں قسمت آزمائی ضرور کرنی چاہیے میرا دعویٰ ہے کہ بہت کامیاب ہو جاؤ گی۔"

گیٹ پر گاڑی کے ہارن کی آواز سنائی دی اور حویلی کے دروازے سے وہ لوگ اندر آتے نظر آئے

"اب دیکھو میں بڑے شاہ سے کہہ کر کیسے تم لوگوں کو یہاں سے نکلواتی ہوں" اس نے دھمکی دی

سلطانہ شاہ بھائی کے ساتھ بھابھی اور بھتیجی کو دیکھ کر شدت جذبات سے بے تاب ہو کر جلدی اٹھیں۔

"ارے یہ تو بھیا کے ساتھ بھابھی آئی ہیں؟"

انہوں نے پر جوش انداز میں آگے بڑھ کر زمزمہ کا استقبال کیا زمزمہ کی آنکھوں سے آنسو قطار در قطار بہتے ہوئے گالوں سے گرتے ہوئے اوڑھنی میں جذب ہو رہے تھے

وہ اس گھر کے در و دیوار کو عجیب حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی اسے اپنا آپ بہت حقیر بہت چھوٹا لگا اس گھر کی وسعت اور تقدس کو سوچتے ہوئے وہ سسکتے ہوئے اچانک زمین پر بیٹھ گئی اور فرش سے مٹی لے کر اپنی ہتھیلیاں ہونٹوں سے لگا لیں "میرا رواں رواں اپنے اللہ کے حضور شکر گزار ہے جس نے مجھے اس گھر میں قدم رکھنے کی گنجائش دی ورنہ میں حقیر فقیر کہاں اور مرشد کا یہ گھر کہاں؟" ابراہیم شاہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھ لیا اور کہا "یہ اب صرف آپ کے شوہر کا گھر نہیں ہے یہ آپ کے بیٹے کا گھر بھی ہے اور بیٹے کے گھر ماں پورے حق سے آتی ہے کیوں کہ وہ گھر ماں کا اپنا ہوتا ہے۔"

کامل شاہ اس کی کیفیت کو اچھی طرح سے سمجھ رہے تھے اسی لیے بولے "جو انسان ایک بوند پانی کے لئے تمام عمر ترستا رہا ہو اس کے سامنے اچانک دریا آ جائے تو اس کی حالت خوشی سے ایسی ہی ہو جاتی ہے جیسی اس وقت تمہاری ماں کی ہے۔"

فاطمہ حسن علی حیرانی سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی اس نے اپنی حالت جیسے خراب کی تھی ویسے ہی فوراً ٹھیک بھی کر لی تھی بال انگلیوں سے سنوار کر آستین دوپٹے کے نیچے چھپا لی تھی اور پھیلا ہوا کاجل بھی

انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے مل کر صاف کر لیا تھا لیکن اب ان سب کو ساتھ دیکھ کر اس کے چہرے پر جو ہوائیاں اڑ رہی تھیں وہ دیکھنے کے لائق تھیں وہ باری باری سب کی شکلوں کو گھورے جا رہی تھی

''ان سے ملو فاطمہ یہ میری بیوی زمزمہ شاہ اور یہ میری بیٹی شاہ بانو کامل شاہ ہے ان دونوں کی غیر موجودگی میں, میں نے کچھ غلط فیصلے بھی کیے ہیں اور ان غلط فیصلوں میں سے سب سے برا فیصلہ میرا یہ تھا کہ میں ابراہیم شاہ سے آپ کی شادی پر راضی ہوا تھا لیکن اب ابراہیم شاہ کی ماں اور بہن یہ فیصلہ کریں گی کہ ان کے لیے کیا مناسب ہے میں اپنے فرائض سے سبکدوش ہوتا ہوں۔'' وہ مڑے اور بہن کی طرف دیکھ کر بولے'' کیوں سلطانہ آپ میری اس بات سے اتفاق کرتی ہیں؟'' سلطانہ شاہ نے تیزی سے اثبات میں یوں سر ہلایا کہ جیسے اگر ذرا سی بھی دیر ہو جاتی تو وہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے لگتے۔

وہ ان کی بات بے یقینی سے سن کر دھیرے دھیرے چلتی ہوئی ان کے بالکل سامنے آ گئی اور انتہائی بدتمیز لہجے میں بولی

''آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ آپ نے ابراہیم شاہ کی شادی میرے ساتھ کرانے کا فیصلہ کیوں کیا تھا اگر یہ رشتہ ختم کریں گے تو پھر رشتہ کرنے کی وجہ بھی بتانی ہوگی''

وہ انہیں آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بلیک میل کر رہی تھی وہ مطمعن انداز میں مسکرانے لگے

''چلو بیٹھو سب میں شروع سے ساری کہانی سناتا ہوں اب سنو فاطمہ حسن علی تم بھی ذرا غور سے سننا۔''

وہ ان کو بیٹھا کر بولے تو دور کھڑی حلیمہ بی بی نے یہ منظر دیکھ کر آیت الکرسی پڑھ کر ادھر پھونکی اسے یہ منظر بہت انوکھا بہت خوب صورت لگ رہا تھا کہ طویل برآمدے میں رکھی کئی چارپائیاں روز خالی ہوتی تھیں آج اس گھر اس برآمدے کی قسمت جاگی تھی کہ یہاں سارے بیٹھے ہوئے تھے وہ سوچ رہی تھی محبوب کی خوشی میں خوش ہونا ہی محبت کی معراج ہے وہ زمزمہ بیگم کی طرف رشک بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی ''کتنی خوش قسمت ہے یہ عورت اسے صبر کے انعام میں زندگی مل گئی ہے۔''

''تو سنو میرے بچو! میری کہانی''

انہوں نے عبداللہ شاہ ابراہیم شاہ اور شاہ بانو کی طرف دیکھ کر کہا, وہ تینوں قریب ہی رکھی

چار پائیوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور فاطمہ حسن علی الگ بیٹھی تھی جبکہ زمزمہ اور سلطانہ شاہ ایک چار پائی پر بیٹھے تھے اور تارا گل ان کے لیے چائے اٹھا کر لائی تھی جو اس وقت سامنے رکھی میزوں پر رکھی ہوئی تھی حلیمہ بی بی جلدی سے حلوہ اور مٹھائی وغیرہ لے کر آئی تھی پلیٹیں سامنے پڑی ہوئی تھیں لیکن کسی نے ان پلیٹوں میں سے کچھ بھی اٹھا کر نہیں کھایا تھا

کامل شاہ خاموش ہو گئے تھے کہ حلیمہ بی بی کے یہاں سے جانے کے بعد بات شروع کریں گے وہ بھی سمجھ چکی تھی کہ کوئی اہم بات ہو رہی ہے اس لیے جلدی جلدی چائے کی پیالیاں سب کو پکڑ آنے لگی

''حلیمہ بی بی سنا ہے آپ کے ہاتھ کے کریلے گوشت جو ایک بار کھا لیتا ہے وہ بار بار کھانے کی خواہش کرتا ہے؟'' زمزمہ نے اس کے ہاتھ سے چائے کی پیالی پکڑتے ہوئے مسکرا کر کہا تو وہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔

''جی میری سیدہ صاحبہ کو میرے ہاتھ کے کریلے گوشت بہت اچھے لگتے تھے اور وہ بہت تعریف کرتی تھیں یہ بھی کہتی تھیں کہ آمنہ ہر چیز اچھی بناتی ہے مگر کریلے گوشت آپ کی طرح نہیں بنا سکتی جب سے وہ فوت ہوئی ہیں میں نے پھر کبھی بھی نہیں بنائے۔'' وہ افسردہ سے لہجے میں بول رہی تھیں اس کی بات سن کر دو لوگوں کے چہروں کی رنگت متغیر ہوئی تھی ایک تو فاطمہ حسن علی کی اور دوسرا کامل شاہ کی، فاطمہ کو اس طرح محفل میں بطور خدمتگار اپنی ماں کا ذکر سننا اچھا نہیں لگا تھا اور کامل شاہ کو اس کی بات سن کر بہت اچھا لگا تھا ان کا دل خوشی سے کھل سا گیا تھا کہ زمزمہ کو ایک بار باتوں باتوں میں یہ کہا تھا کہ کریلے گوشت بنانا تو کوئی ہماری حلیمہ بی بی سے سیکھے انہیں خوشگوار حیرت ہوئی کہ برسوں پرانی ان کی ایک چھوٹی سی بات بھی اس نے یاد رکھی تھی۔ ''چلیے حلیمہ بی بی اب آپ یوں سمجھئے گا کہ آپ کی سیدہ صاحبہ کی بہن یہاں پر آئی ہوئی ہے اب آپ نے مجھے کریلے گوشت بنا کر کھلانے ہیں اور ہاں اگر مجھے پسند آ گئے تو پھر روز آپ سے پکوایا کروں گی ایسا نہ ہو کہ آپ تنگ آ کر یہاں سے نکل جائیں۔''

وہ بڑے ادب سے سر جھکا کر بولی

''ہم مرشد کی حویلی کے غلام ہیں ہمارا یہاں ہونا ہمارے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ایک

مچھلی کے لئے پانی, یہاں سے جا کر تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے یہاں رہنا ہماری زندگی کی ضمانت ہے اسی لیے ہم جیتے جی تو یہ حویلی چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔'' وہ اپنی بات ختم کر کے کے جانے لگی

سلطانہ شاہ نے خاموش کھڑی تارا گل کی طرف دیکھ کر اشارے سے اسے بھی یہاں سے جانے کا کہا لیکن ان کا اشارہ دیکھ کر ابراہیم شاہ نے فوری طور پر کہا'' پھوپو تارا اب ہم میں سے ہے اس سے کوئی بات بھی پوشیدہ نہیں رکھی جا سکتی یہ بہت قابل اعتبار لڑکی ہے حلیمہ بی بی کی عمر بھی ہماری اور ہمارے گھر کی خدمت کرتے ہوئے گزری ہے لیکن ان کے سامنے اس لیے بات نہیں ہو سکتی تھی کہ ان کا دماغ ابھی کافی کمزور ہو چکا ہے اور عمر کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان کے سامنے کوئی ایسی ویسی بات نہیں کرنی چاہیے ان کی یادداشت بھی بہت خراب ہے۔''

ابراہیم شاہ کی وضاحت سن کر عبداللہ شاہ معنی خیز انداز میں شاہ بانو کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگے۔

''میرا وقت بہت قیمتی ہے اور میں یہاں آپ لوگوں کے یہ چونچلے دیکھنے اور سننے کے لیے نہیں بیٹھی ہوئی اس لیے براہ مہربانی جو کچھ بھی کہنا ہے جلدی جلدی سے کہیں۔''

فاطمہ حسن علی بیزار سے انداز میں بولی تو سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے'' مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ اپنی نادانیوں اور کم فہمی کی کہانی کہاں سے شروع کروں زندگی میں سب کچھ بنا بنایا مل گیا تھا اس لئے میں اور سلمان شاہ مرحوم ہم دونوں کو کہیں چین نہ پڑتا ہمیں گاؤں کی زندگی بورنگ اور مصیبت لگتی تھی شام ہوتے ہی سارا گاؤں اندھیرے میں ڈوب جاتا تھا نہ کہیں گھومنا پھرنا ہو سکتا تھا اور نہ ہی کہیں ہوٹلنگ, ہم زندگی کا مزہ چکھنے کے لئے شہر جاتے, جیسے کہ عام لوگ زندگی گزار رہے تھے ہمیں گاؤں میں خاص بن کر رہنا سکھایا گیا تھا ہم نے شروع سے مریدوں کا جمگھٹا اور ان کی عقیدت بھری نظریں ہی دیکھی تھیں ہمارے پاس جس چیز کی کمی تھی وہ تھا عام ہو کر رہنا, ہمارا شہر والا بنگلہ ہر ہفتے دو تین دن کے لیے لیے آباد ہو جاتا تھا باوجود اس کے کہ ہم دونوں کی شادیاں ہو چکی تھیں ہم بار بار شہر جاتے تھے اور ہمیں گاؤں کے مقابلے میں شہر بہت ہی زیادہ اچھا اور الگ لگا کرتا تھا ایک دن چند دوستوں کے اصرار پر ہم دونوں گانا سننے کے لیے لاہور کے مشہور بازار حسن چلے گئے پہلے دن تو ہمیں بہت ہی زیادہ

شرم آ رہی تھی کیونکہ ہمارا جو مقام گاؤں کے لوگوں اور آس پاس کے سارے علاقوں میں مریدوں کی نظروں میں تھا وہ اس سے بہت مختلف تھا جو ہم کرنے جا رہے تھے ہم نے اپنے بزرگوں کی روایات اور ان کے نیک چال چلن کو مکمل نظر انداز کر دیا اور وقتی تفریح کے لیے وہاں آنا جانا شروع کر دیا

سچ کہوں تو میں وہاں جاتا ضرور تھا لیکن واپس آ کر کئی کئی دن میں اپنے ضمیر کی ملامتی سہا کرتا تھا

میرے خیال میں سلمان شاہ کے کہانی سنانا اس وقت میرا مقصد نہیں ہے اس وقت میں صرف اپنی بات کرنا چاہتا ہوں سلمان شاہ کی کہانی کا انجام دردناک تھا لیکن میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا میں تفریح اور ذاتی زندگی کو الگ الگ رکھتا رہا ہوں اور یہ سب ہم چھپ چھپ کر ہی کرتے تھے کہ جا کر گانا سن لیا ڈانس دیکھ لیا اور پھر بنگلے لوٹ آئے لیکن اکثر ایسا ہوتا کہ ہم واپس آ کر بھی واپس نہ آتے بلکہ وہیں رہتے تھے ,تو میری کہانی میں ایک مقام ایسا بھی آیا کہ جب مجھے ایک عورت کی زندگی اور عزت بچانے کے لیے آگے ہونا پڑا اس کہانی کی تفصیل بھی کافی لمبی ہے لیکن مختصر میں یہ بتا سکتا ہوں کہ ایک بہت بڑے آدمی نے زمزمہ کو حاصل کرنے کے لیے ہر حد تک جانا قبول کر لیا تھا میں اس بات کا گواہ ہوں کہ دنیا کی دولت کو لات مار کر اس عورت نے عزت کی موت کو قبول کر لیا تھا اس دوران ایک وقت ایسا آیا کہ کہ اس نے خدا کو پکارا اور پھر مایوس ہو کر سوال کیا کہ خدا میری بات کیوں نہیں سن رہا تب مجھے لگا کہ مجھے میرے رب نے یہاں اسی لیے اس وقت بھیجا ہے کہ میں اس کا سہارا بن سکوں اسے یہاں کے گندے ماحول سے باہر نکال سکوں یہ بھی بتاتا جاؤں کہ وہاں سے نکل کر حسینہ بیگم کے گھر بھی یہ نہیں جا سکتی تھی کیوں کہ اندازہ ہو رہا تھا کہ حسینہ بیگم نے اس کا سودا کیا ہوا ہے میں ان لوگوں سے جو مجھ سے طاقت میں بہت زیادہ تھے لڑ جھگڑ کے کسی نہ کسی طریقے سے اسے یہاں سے نکال کر اپنے اس بنگلے لے گیا جس کے بارے میں کسی کو کچھ خبر نہیں تھی مجھے یہ اچھی لگنے لگیں اور میں پھر بھی شادی کے بارے میں ہرگز نہیں سوچ رہا تھا کیونکہ میں پہلے سے شادی شدہ آدمی تھا اور یہ بھی بہت اچھی طرح سے جانتا تھا کہ میرا خاندان کسی صورت بھی اس فیصلے کی حمایت نہیں کرے گا کیونکہ میں ایک سید زادہ اور وہ ایک بازار میں بیٹھی ہوئی عورت مجھے مخالفت کے پتھر کھانے پڑیں گے میں اپنے پسندیدگی والے احساسات کو دل

میں چھپائے ہوئے تھا لیکن یہ اچھی طرح سے جانتا تھا کہ میں اس کے کردار کی مضبوطی سے بہت زیادہ متاثر ہوا تھا پھر اس طاقت ور آدمی نے میرے سامنے دو راستے رکھ دیے ایک تو یہ کہ میں اس لڑکی کو اس کے حوالے کر دوں کیونکہ میرا اس سے کوئی بھی رشتہ نہیں تھا اور دوسرا راستہ یہ تھا کہ اگر میں اس کے ساتھ کوئی بھی رشتہ بنا لیتا تو وہ ہر طرح سے محفوظ ہو جاتی یوں اس کی زندگی اور عزت بچانے کے لئے ہم دونوں نے نکاح کر لیا میں جس طرح کی عورت چاہتا تھا مجھے وہ مل چکی تھی اس لیے ہم بہت خوشگوار زندگی گزار رہے تھے ہمارے گھر اولاد کی نعمت عطا

ہونے والی تھی کہ ایک عجیب واقعہ ہو گیا زمزمہ کے دو بچے اکٹھے پیدا ہوئے ایک بیٹی اور ایک بیٹا جبکہ اسی رات سیدہ کا بھی بیٹا ہوا

اور وہ بچہ نرسری میں فوت ہو گیا اس وقت آمنہ سے رازداری کا وعدہ لے کر میں نے مرے ہوئے بچے سے زمزمہ کے بیٹے کو بدل دیا اور ابراہیم شاہ سیدہ کی گود میں چلا گیا یہ رو دھو کر خاموش ہو گئی تھی لیکن ہم اپنی بیٹی شاہ بانو کے ساتھ خوش تھے کہ سیدہ نے زمزمہ کو خودکشی کی دھمکی دے کر کہا کہ وہ میری زندگی سے نکل جائے لیکن یہ اچھی طرح سے جانتی تھی کہ جتنی بھی کوشش کرے میں اسے کسی صورت بھی چھوڑ نہیں سکتا اس لیے اس آدمی کے ساتھ مل کر مجھے یہ باور کرایا کہ یہ اعتبار کے قابل نہیں اور ایک بدکردار عورت ہے جو کچھ ان لوگوں نے مجھے دکھانا چاہا میں نے وہی دیکھا اور وہی سمجھا اس ساری ظاہری حقیقت کے پیچھے چھپی اصل بات تک میں پہنچ ہی نہیں پایا اور یوں منٹوں میں میں نے خود کو اور اس عورت کو بھی برباد کر دیا میری بچی کے ساتھ جو ہوا سب کو خبر ہے اور ان ساری باتوں کا پتہ آمنہ اور حسن علی کو بھی تھا جو ہماری حویلی میں ہمارے خدمت گار تھے یہ لڑکی فاطمہ حسن علی ان دونوں کی بیٹی ہے اور ہو سکتا ہے کہ آمنہ نے کسی کمزور لمحے میں اپنی بیٹی کو اپنے دل میں چھپے رازوں سے آگاہ کر دیا ہو لیکن یہ لڑکی بالکل اپنے ماں باپ سے مختلف ہے وہ دونوں بہت ہی نیک فطرت لوگ تھے اس نے اپنے نکاح والے دن ابراہیم شاہ کو دیکھ کر ایک منصوبہ بنایا اور پھر اس پر عمل کرانے کے لیے ہمارے بیٹے کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ابراہیم شاہ کا قصور اتنا بڑا نہیں تھا کہ جتنی یہ سزا بھگت چکے ہیں آج ہم اپنے سارے

خاندان کے سامنے یہ راز کھول رہے ہیں کہ اس لڑکی نے ہمیں یہ دھمکی دی تھی کہ اگر اس کی شادی ابراہیم شاہ کے ساتھ نہ ہوئی تو یہ ہر کسی کے سامنے ہماری زندگی کے پوشیدہ گوشے لے آئے گی ہم اس کی دھمکی سے گھبرا کر یہ فیصلہ کر بیٹھے لیکن اس لڑکی کے بارے میں باتیں سن کر اور یہ جان کر کہ یہ ایک انتہائی بدتمیز خود غرض اور سازشی ذہن کی خطرناک لڑکی ہے ہمیں اپنے فیصلے پر بہت پشیمانی ہوئی اور ہم اس مشکل سے نکلنے کا کوئی حل سوچنے لگے اور پھر نکاح کے دن ہی اک حل ہمیں مل گیا۔"

وہ بولتے بولتے تھک چکے تھے اور ان کے گلے کے بوجھل پن کو محسوس کرتے ہوئے تارا گل نے جلدی سے اٹھ کر چائے کا ایک اور کپ ان کو پکڑا دیا

"تو آپ کا کیا خیال ہے آپ اتنی آسانی سے مجھے میرے ارادے سے باز رکھ سکتے ہیں آپ نے ان لوگوں کو پوری تفصیل نہیں بتائی آپ یہ بھی تو بتایئے کہ کہ ابراہیم شاہ کے کہنے پر میں پہلی رات ہی اپنے شوہر کو قتل کر چکی ہوں میں تھانے جا کر اقرار جرم کروں گی اور ساتھ ہی یہ بھی بتاؤں گی کہ میرے ساتھ اس جرم کے شریک سید زادہ ابراہیم شاہ ہیں انہوں نے مجھے بہلا پھسلا کر اس بات پر اکسایا کہ میں اپنے شوہر کو پیٹ میں چھری گھونپ کر ماردوں اور میں جو اپنے بچپن کے منگیتر ابرار سے محبت کرتی تھی اور اس شادی پر بہت خوش بھی تھی ان کے بہکاوے میں آ گئی میں یہ بھی کہوں گی کہ ابراہیم شاہ نے جادو ٹونے کے ذریعے میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو بالکل ختم کر دیا تھا سوچ لے میں یہ سارا سچ پولیس کے سامنے لے آؤں گی ,اور تارا تم میری ویڈیو بنا کر بھی کچھ ثابت نہیں کر سکتیں ب کیونکہ میں نے سچ بولا ہے۔" تارا نے موبائل کیمرے کو چپکے سے آن کر کے اس کی باتیں دوبارہ ریکارڈ کر لی تھیں لیکن اسے شدید مایوسی ہوئی کیونکہ وہ جو بھی بول رہی تھی وہ ان کے حق میں نہیں جا رہا تھا بلکہ ان کے خلاف جا رہا تھا وہاں بیٹھے سارے لوگوں کے چہروں پر تفکر اور پریشانی نظر آنے لگی تھی

"بڑی مشکل سے کئی سالوں کے بعد مجھے اپنا بیٹا واپس ملا ہے خدا کے لیے مجھ سے اسے مت چھینو۔" زمزمہ بیگم نے فاطمہ کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے لیکن اس کے چہرے پر وہی غرور اور سختی نظر آ رہی تھی جو اس کی شخصیت کا حصہ تھی

''آپ اس بدتمیز لڑکی کے منہ مت لگیں مما جان! اور تم نے جو کرنا ہے کر سکتی ہو اب ہم مزید بلیک میل نہیں ہو سکتے تم جاؤ اور پولیس کو بیان دو میں کسی صورت تم جیسی لڑکی سے شادی نہیں کر سکتا''

زمزمہ بیگم نے رونا شروع کر دیا سلطانہ شاہ نے اسے محبت سے تھام کر تسلی دی ''بھابھی اتنے بڑے بڑے سانحے دیکھ کر بھی آپ اتنی کمزور ہیں؟ خدارا اپنا نہیں تو ان سب کا خیال کریں جو آپ کی مسکراہٹ سے کھلتے ہیں اور آپ کے آنسوؤں سے مرجھا جاتے ہیں ان مرجھائے ہوئے دلوں نے ایک ہی موسم دیکھا ہے اور وہ موسم ہے زرد موسم ,اب انہیں سرخ موسموں سے متعارف کرائیں تاکہ وہ اپنے روبرو خود کو دیکھ کر حیران ہوں۔'' وہ سر ہلانے لگی ''لالہ! یہ تو بہت بڑا انکشاف ہے کہ ابراہیم شاہ بھی آپ کے بیٹے ہیں اور شاید بھابھی کو یہی غم کھا گیا ہے آپ نے ضرور انہیں یہ بتایا ہوگا یا پھر وہ کہیں اور سے یہ سب جان چکی تھیں؟''

ابراہیم شاہ نے سر جھکا لیا تھا جو اس بات کا اعتراف تھا کہ وہ ان کی موت کے ذمہ دار ہیں

''ہم دونوں سہیلیاں بہت بدقسمت تھیں تمام عمر وفا اور محبت کے جرم کی سزا پاتی رہیں۔۔ سیدہ بھابھی نے تو یہ ہمیشہ سب کے ساتھ اچھائی کی تھی لیکن انہیں جواب میں دکھ ہی ملے آپ نے اس عورت کی قدر ہی نہ کی۔''

ان کی آواز میں آنسوؤں کی نمی تھی

بھائی نے شرمندگی سے سر جھکا لیا تھا۔

''میرے خیال میں تمہیں یہاں سے نکل جانا چاہیے لڑکی!''

وہ سلطانہ شاہ کی بات سن کر غصے سے بولی ''میں ابراہیم شاہ سے شادی کر کے رہوں گی چاہے اس کے لیے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے اگر پہاڑوں میں سے دودھ کی نہریں نکالنی پڑیں یا پھر جنگل جنگل گم ہونا صحرا صحرا خاک چھاننا پڑے میں اس کے لیے تیار ہوں۔''

''اگر تم اتنی مہرباں ہوتیں تو ابراہیم شاہ کے پیاروں کو عزت دے کر اپنے لیے جگہ بنا لیتیں یہ بڑے بڑے کام تم سے نہیں ہوں گے لڑکی! تمہیں جانے کس چیز کا غرور ہے؟''

وہ شاید ہار مان چکی تھی اسی لیے تو اس نے پینترا بدلا وہ قریب جا کر شاہ صاحب کے پاؤں میں بیٹھ گئی

''میں اپنے گناہوں کی کافی سزا بھگت چکی ہوں اور دیکھ لیں دنیا میں بالکل اکیلی بھی رہ گئی ہوں لیکن اب مجھ سے میرے مرشد کو نہ چھینیں پلیز؟'' وہ سب اس کے پینترے بدلنے پر حیران تھے۔

''ٹھیک ہے لڑکی تم ابھی جاؤ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی بہتر راہ ڈھونڈیں گے اور پھر تمہیں آگاہ کر دیں گے۔''

یہ زمزمہ بیگم تھی وہ دل ہی دل میں اسے کوس رہی تھی ''ہونہہ دو ٹکے کی طوائف کے نخرے تو دیکھو جیسے بہت بڑی سیدانی ہو میں جیسے اسے جانتی نہیں ارے میں تو تمہارے ہر راز سے واقف ہوں۔''

وہ بظاہر تو مسکین سی شکل بنا کر کھڑی تھی لیکن درحقیقت سب اس سے ڈرے ہوئے تھے۔

''وہ جانے لگی اور ابراہیم شاہ نے اسے کہا ''جس ڈرائیور کے ساتھ آئی ہو وہ باہر ہی کھڑا ہے اور سنو اگر پیسوں کی ضرورت ہو کرایے کے لیے تو مجھے بتاؤ، ہم ظالم نہیں ہیں کہ ایک یتیم یسیر بچی کو پیسوں کی کمی کی وجہ سے ٹیکسی ڈرائیور کی جھڑکیاں سننی پڑی گی اور سب کے سامنے بیعزتی برداشت کرنی پڑے گی؟'' وہ محض سر ہلا کر رہ گئی

جی تو چاہ رہا تھا کہ اسے کرارا سا جواب دے کر خاموش کرا دے لیکن وہ موقعے کی مناسبت سے بات کرنا چاہتی تھی اور اس وقت موقع نہیں تھا اس نے جس جال میں انہیں پھنسایا ہوا تھا وہ جال پھاڑ کر نکل چکے تھے اور اب انہیں دوبارہ جال میں پھنسانا آسان نہ تھا لیکن وہ بھی فاطمہ حسن علی تھی مشکل پسند لڑکی اسے آسانیاں اچھی لگتی تھیں لیکن وہ یہ بھی جان چکی تھی کہ آسانیوں تک پہنچنے کے لیے کئی مشکلوں کو پار کرنا پڑتا ہے اور وہ نئے سرے سے دوڑنے کے لیے اپنی سانسیں بحال کر رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

عبداللہ شاہ نے دیکھا وہ بڑے کمرے میں کتابوں کی الماری سے ٹیک لگائے بیٹھی ہے اس کے ہاتھ میں کتاب تھی لیکن وہ کتاب کو گود میں رکھے ہوئے تھی اس کی بند آنکھوں پر پلکوں کی چھاؤں تھی جو گالوں پر بھی دکھائی دے رہی تھی ان کا دل اسے یوں بیٹھے دیکھ کر چاہا کہ وہ اس کی بند آنکھوں میں چھپ

کر وہ منظر وہ لوگ وہ موسم دیکھ سکیں جو خالص اس کا اپنا ہے اور وہ اس کے اپنے میں شریک ہو جائے اور پھر وہ سب اس کا نہ رہے بلکہ ہمارا ہو جائے وہ سوچ میں گم اس لڑکی کے سامنے جا کر بیٹھ گئے

''کاش میرے بنا کچھ کہے بنا کچھ سنے کہو کہ میں نے بند آنکھوں سے بھی آپ کو پہچان لیا ہے۔''

ان کے دل میں شدید خواہش نے انگڑائی لی ''اوہ آپ ہیں؟ میں نے خوشبو سے ہی آپ کو پہچان لیا تھا''

''اچھا؟ لیکن میں تو کوئی بھی خوشبو لگاتا ہی نہیں۔''

وہ اس کی بات پر جتانے والے انداز میں بولے تو اس نے ہاتھ میں پکڑی کتاب پر نظریں جمائے کہا ''عبداللہ شاہ آپ شاید نہیں جانتے کچھ لوگ خود خوشبو ہوتے ہیں انہیں کسی خوشبو کی ضرورت نہیں ہوتی بھلا خوشبو کسی بھی خوشبو کی محتاج کیسے ہو سکتی ہے؟''

وہ اس بات پر حیرانی سے اسے دیکھنے لگے

''کہاں سے سیکھی ہیں اتنی پیاری باتیں؟'' وہ ہنسنے لگی ''سکول، کالج یونیورسٹی، میں مجھ سے یہی شکایت رہتی تھی سب کو کہ میں بہت تلخ ہوں کبھی کسی سے میٹھی بات نہیں کرتی لیکن آپ سے مل کر میرے اندر کی تلخی میں اتنی شیرینی گھل مل چکی ہے کہ وہ کڑواہٹ ختم ہی ہو گئی ہے اب تو کڑوا بھی بولوں تو میٹھا بول منہ سے نکلتا ہے۔'' کتنا خوبصورت اظہار تھا وہ کتنی ہی دیر تک ان الفاظ کے سحر میں کھوئے رہے

''ایک بات پوچھوں؟'' وہ سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگی

''سوال سے کیا سوال کریں گے میں تو خود سراپا سوال ہوں؟''

''اگر سوال ایسا ہوتا ہے تو مجھے جواب نہیں چاہیے بس سوال میرے پاس ہی رہنے دو جواب سے سوال باقی نہیں رہتا۔''

وہ ان کی روشن آنکھوں میں دیکھ کر بولی ''بہت مشکل بلکہ ناممکن لگتا تھا چاند کو پانے کی تمنا کے بعد کہ اسے کیسے چھو پاؤں گی وہ بہت دور بہت اونچا تھا لیکن پھر میری دعاؤں اور خواہش کو قبولیت مل گئی اور چاند میرا ہو گیا جیسے وہ چودھویں رات میں مکمل ہو کر جھیل کے پانی میں اترتا ہے یونہی میرے وجود

میں اتر گیا اب مجھے نہ نصیب سے کوئی گلہ ہے اور نہ ہی کسی انسان سے۔"

وہ اس کے مقابل بیٹھے اک عجیب سی کیفیت کا شکار تھے" مجھے لگتا تھا کہ اظہار جذبات کی اہمیت کو کم کر دیتا ہے لیکن اب لگ رہا ہے کہ اظہار دوسری طرف سے ہو تو آپ کی اپنی نظر میں آپ کو معتبر کر دیتا ہے۔"

"تو مجھے بھی معتبر کر دیں نا؟"

وہ اس کی بات سن کر بے ساختہ بول پڑی تو وہ بے اختیار مسکراہٹ کو ہونٹوں تلے دبا گئے

"میں اظہار کے حقوق حاصل کرنے کے بعد ہی یہ کام کر سکوں گا یہ میرا اصول ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولے تو وہ مسکرانے لگی" شاید آپ نہیں جانتے لیکن اس سے خوبصورت اظہار کسی بھی لڑکی کے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتا جو آپ نے ابھی کیا ہے۔"

وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے" میرے خیال میں ہمیں بزرگوں کو مجبور نہیں کرنا چاہیے کہ وہ ہمارے لیے کچھ سوچنے لگیں اس طرح ایک دوسرے کو ڈھونڈ کر ایک دوسرے کے ساتھ رہنا انہیں خاموش پیغام ہی ہے کہ جلدی ہمارے حق میں کوئی اچھا سا فیصلہ کریں۔"

وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی" مطلب آپ فیصلہ کر چکے ہیں؟" وہ پوچھ رہی تھی" شاید اب بھی دل میں کہیں یہ احساس یہ ڈر موجود ہے کہ چاند کا جھیل کے پانی میں اترنا وقتی ہوتا ہے دکھ کا سورج چڑھتے ہی خوشی کے چاند کو نگل لیتا ہے۔"

وہ عجیب سے انداز میں بولی تو انہوں نے مسکراتی نظروں سے اسے گھورا

" آپ مجھ پر نہ سہی اپنے آپ پر بھروسہ رکھیں آپ جیسی لڑکی جسے اور جس وقت چاہے جھیل کے پانی پر اتار سکتی ہے کسی کی کیا مجال کہ آپ کو انکار کرے۔" دونوں مسکراتے ہوئے باہر نکلے تو باغیچے میں بیٹھی سلطانہ شاہ نے بھائی کی طرف دیکھ کر اثبات میں سر ہلا دیا" شاید ہمارے خاندان کی روایت ٹوٹ رہی ہے شادی خاندان میں اور محبت کہیں اور والا معاملہ ہمارے بچے ختم کر دیں گے زندگی کے تجربات نے یہ بات تو اچھی طرح سمجھا دی ہے کہ کسی کے دل میں اپنی محبت ڈالنا یا کسی سے صرف اس

لیے محبت کرنا کہ اسے آپ کی زندگی کا ساتھی بنا دیا گیا ہے ممکن نہیں ہے, یہ خاندان اور برادریوں کے قصے زندگی کی کہانی میں ہر موڑ کر اداسی کا سبب بنتے ہیں اکثر کا تو انجام بھی میری کہانی کی طرح دکھی ہوتا ہے میں نے سوچ رکھا تھا کہ میں اپنے بیٹے کی دفعہ ساری روایات بدل دوں گی ہم سب انسان ہیں اور نہ کوئی کسی سے کم تر ہے اور نہ ہی کوئی کسی سے برتر ہے ہم جس اللہ کو مانتے ہیں ہم جس رسول کو مانتے ہیں ہم جس کتاب کو مانتے ہیں اس میں کھول کھول کر ہر چیز بیان کی گئی ہے صرف حسب نسب کی وجہ سے دلوں کو توڑ دینا کہاں کا انصاف ہے آپ بھابھی سے شادی نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن خاندان اور برادری کے دباؤ کی وجہ سے یہ شادی کر لی اور ان کی اور اپنی دونوں کی زندگی میں سکھ رہا نہ ہی خوشی ایک نارمل زندگی آپ کا اور بھابھی دونوں کا حق تھی

پھر میری اور سلمان شاہ کی شادی بھی انہی حالات میں ہوگئی شاید آپ دونوں کے اندر جو بغاوت کے جذبات موجود تھے وہ اسی زبردستی کا ردعمل تھے میرے خیال میں سوچ اتنی تو کبھی بھی نہیں بدل سکتی تھی کہ کہ سید زادے کی شادی کسی ناچنے گانے والی کے ساتھ ہو جاتی لیکن اتنا بدلاؤ تو بہت ضروری تھا, اور ہے کہ جن سے دل کے رشتے نہ ہوں ان سے زبردستی رشتہ نہ جوڑا جائے

ہم ایک دائرے میں قید لوگ ہیں بے شک دائرے سے نکل نہیں سکتے لیکن اتنا تو ہو سکتا ہے کہ اس دائرے کو بڑا کیا جائے ہو سکتا ہے آہستہ آہستہ اس دائرے کو بڑا کیا جاتا رہے تو ایک دن ساری دنیا اسی دائرے میں سمٹ جائے لیکن بدلاؤ بہت ضروری ہے۔" وہ چھوٹی بہن کی باتیں بڑے غور سے سن رہے تھے وہ یوں تو پڑھی لکھی تھیں لیکن زندگی نے بھی انہیں بہت سارے ایسے سبق پڑھا دیے تھے کہ وہ ان اسباق کی روشنی میں آنے والی نسلوں کی زندگیوں سے اندھیرے کم کر کے اجالے بانٹ سکتی تھیں۔

"لالہ! میرا خیال ہے کہ ہم اب اپنے بچوں کی خوشیوں کے لیے ان کی پسند کو دیکھتے ہوئے کچھ فیصلے کر لیں" سب سے پہلا فیصلہ تو عبداللہ شاہ کے لئے آپ کی بیٹی شاہ بانو کا رشتہ ہے, میں نے پہلی ملاقات میں ہی عبداللہ شاہ کی آنکھوں میں وہ سب دیکھ لیا تھا جو ہمارے والدین ہماری آنکھوں میں دیکھ کر بھی انجان بن گئے تھے کیونکہ ان کے لیے اولاد کی خوشیوں سے زیادہ اہمیت اس بات کی تھی کہ ان کی

خاندانی روایات قائم رہیں لیکن ہم وہ والدین نہیں بنیں گے کیونکہ ہماری اولاد پہلے ہی خوشیوں کے لیے ترسی ہوئی ہے اب ہم ان کو مزید آزمائش میں نہیں ڈال سکتے۔"

وہ بہن کی بات سن کر خوش ہو گئے تھے لیکن دوسرے ہی لمحے انہیں اس لڑکی کے دھمکی آمیز جملے یاد آ گئے

"میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے تینوں بچوں کے لیے کوئی فیصلہ کریں لیکن ابراہیم شاہ کی شادی کا فیصلہ کرنے سے پہلے ہمیں اس لڑکی سے سے جان چھڑانی ہوگی۔"

وہ دونوں سوچ میں پڑے ہوئے تھے تھے کیونکہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ فاطمہ حسن علی آسانی سے ابراہیم شاہ کا پیچھا چھوڑنے والی نہیں تھی۔

"سلطانہ میں بہت دنوں سے آپ سے ایک بات کہنا چاہ رہا تھا زمزمہ اور اپنی بیٹی کو اس گھر میں لانے سے پہلے بہت سے خدشات مجھے ڈراتے رہے تھے لیکن پھر میں نے یہ سوچا کہ میں ان دونوں کو ساری زندگی ایک جرم کی طرح چھپاتا رہا ہوں بے شک میری بیوی کا ماضی ایسا ہے کہ جس پر لوگ انگلیاں اٹھا سکتے ہیں لیکن ایمانداری کی بات یہ ہے کہ یہ ہزاروں لاکھوں شریف عورتوں سے زیادہ اچھے کردار کی عورت ہے میں نے کل ساری برادری کی دعوت کی ہے اور اسی دعوت میں سب کے سامنے اس بات کا اعتراف کروں گا میں نے بہت عرصہ پہلے زمزمہ سے شادی کر رکھی تھی اور میری ایک بیٹی بھی ہے میں نے سب سے چھپا کر رکھی ہوئی تھی یہ بھی کہوں گا کہ میری پہلی بیوی اور میری بہن کو اس شادی کے بارے میں علم تھا پھر دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں کا ردعمل کیا آتا ہے مجھے ان لوگوں سے کسی اچھے رویے کی امید تو نہیں ہے لیکن اب اس کے سوا میرے پاس دوسرا کوئی راستہ بھی نہیں ہے میں ان لوگوں کو اب مزید چھپا کر نہیں رکھنا چاہتا میں ان کو شہر والے گھر میں بھی رکھ سکتا تھا لیکن اب میں انہیں اپنا نام دینا چاہتا ہوں اب شاہ بانو کامل شاہ اور زمزمہ شاہ کو ایک باعزت زندگی دینا میری ترجیحات میں شامل ہے شاید میں مداوا کرنا چاہتا ہوں اور اس میں جو نقصان میرا ہو جائے مجھے قبول ہے۔"

☆.....☆.....☆

کھانے کی دعوت پا کر برادری والے حیران تھے کہ آخر ایسی کیا وجہ ہوگئی ہے کہ یوں اچانک دعوت پر سب کو بلایا جا رہا ہے ساری برادری

ہال میں جمع تھی

کامل شاہ نے سفید لباس اور سفید ہی چادر میں ملبوس زمزمہ بیگم اور بڑے سلیقے سے دوپٹہ اوڑھے شاہ بانو کو اپنے قریب کھڑا کیا ہوا تھا

''ان سے ملیں یہ میری بیوی ہیں بیگم کامل شاہ'' انہوں نے اس کا نام نہیں بتایا تھا

ہال میں کرسیوں پر بیٹھے سب لوگ سرگوشیوں میں ایک دوسرے سے تصدیق کرانے لگے کہ جو انہوں نے سنا ہے کامل شاہ نے وہی بولا ہے؟

ہال میں پھیلی یہ بھنبھناہٹ سن کر سلطانہ شاہ کے ساتھ ابراہیم شاہ اور دیگر بھی پریشانی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے

زمزمہ کی رنگت متغیر تھی کامل شاہ نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ دھیرے دھیرے لرز رہے تھے

''کامل شاہ ایک عرصے سے آپ کی بیوی فوت ہو چکی ہیں اور ساری جوانی آپ نے ہمارے سامنے گزار دی ہمیں سمجھ نہیں آ رہی کہ آپ کو اس عمر میں شادی کی کیا سوجھی؟''

وہ اس سوال پر پل بھر کے لیے چپ ہو گئے زمزمہ ان کے جواب کی منتظر تھی ''میں نے یہ شادی ابھی نہیں کی بلکہ بہت سال پہلے جب میری پہلی بیوی زندہ تھی تب ہی کر چکا تھا

میری ایک بیٹی بھی ہے جو آج میرے ساتھ کھڑی ہیں کچھ باتیں ایسی تھیں کہ جو میں آپ کے سامنے بیان نہیں کر سکتا لیکن ان باتوں کا تعلق میری پہلی بیوی سے ہے ان کو میری شادی سے بہت تکلیف ہوئی تھی اور ان کو میں نے یہ یقین دہانی کرا دی تھی کہ میں دوسری بیوی سے قطع تعلق رکھوں گا بعد میں حالات کچھ ایسے ہو گئے کہ میں ان کو گھر نہیں لا سکتا تھا لیکن اب جبکہ ان کو میرے نام اور تحفظ کی ضرورت ہے میں آپ سب کے سامنے اعتراف کرتا ہوں کہ میں سید خاندان کی روایت توڑنے والا پہلا مرد ہوں اور میں آپ لوگوں کی طرف سے دی گئی ہر سزا بھگتنے کے لیے بھی تیار ہوں۔''

وہ سب مختلف باتیں کر رہے تھے

ان میں سے ایک ادھیڑ عمر کا مرد آٹھ کر کھڑا ہو گیا

''اگر آپ برا نہ منائیں تو میں آپ کو یہ بتاؤں کہ ان صاحبہ کو میں نے ناچتے گاتے ہوئے دیکھ رکھا ہے ہو سکتا ہے کہ یہ میرا وہم ہو یا غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے لیکن جب آپ اس حد تک سچ بول رہے ہیں تو باقی بھی سب کچھ سچ سچ بتا دیں۔''

اب زمزمہ نے شاہ صاحب کو اس مشکل صورت حال سے نکالنے کے لیے جلدی سے کہا'' الحمدللہ میں ایک مسلمان پانچ وقت کی نمازی اور ہر طرح سے مضبوط کردار کی مالک ایک ایسی عورت ہوں جس کا باپ ایک مولوی تھا اور جو اپنی بیٹی کی پیدائش کے بعد سے اس کے لیے محنت سے کما رہی تھی۔''

اس کی بات سن کر سب چہ میگوئیاں کرنے لگے سلطانہ شاہ اور کامل شاہ نے احسان مند نظروں سے اس کی طرف دیکھا

''آپ بات کو گھما پھرا کر کیوں کر رہی ہیں صاف بات کریں کہ آپ زمزمہ بیگم ہیں یا نہیں؟''

ابراہیم شاہ کامل شاہ اور سلطانہ شاہ سب اس کی طرف دیکھنے لگے تھے کہ اب وہ اس بات کا کیا جواب دیتی ہے

اس نے پل بھر کے توقف کے بعد نہایت اعتماد سے سب کی طرف دیکھ کر کہا ''نہیں میں زینب کامل شاہ ہوں

آپ کو ایک بار بتا چکی ہوں لیکن اگر آپ نے غور سے نہیں سنا تو ایک دفعہ پھر سن لیں کہ میں ایک مولوی کی بیٹی ہوں۔''

وہاں بیٹھے لوگوں کے تاثرات بالکل ایک دوسرے سے مختلف تھے کسی کی آنکھوں میں یقین تھا اور کسی کے چہرے پر بے یقینی لکھی ہوئی تھی

''آپ ہمارے پورے خاندان کی نمائندگی کرتے ہیں اور سیاست میں ایک نمایاں اور ممتاز مقام بھی آپ کو حاصل ہے کیونکہ آپ سیاست میں ہی تو آپ کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بہت بڑا کر کے اخبارات اور میڈیا میں لایا جاتا ہے اور یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے اس لیے اس پر بہت کچھ لکھا اور دکھایا

جائے گا اس لئے ہم سب نے مل کر یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اب الیکشن میں آپ کو یا آپ کے بیٹے کو نمائندگی دی جائے یا نہیں۔'' وہ اطمینان کی سانس لے کر بولے مجھے سیاست یا کرسی جانے کا کوئی ڈر نہیں ہے میں تو آپ سب کی ناراضگی سے گھبرا رہا تھا۔''

ان کی بات سن کر ایک باریش بزرگ اٹھے اور کہا اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے خاندان برادری اور حسب نسب کی غرور سے نکل کر عملی طور پر کچھ ایسا کریں کہ جس پر ہماری آنے والی نسلیں فخر کر سکیں ہمیں جدید زمانے کے ساتھ چلنے کے لیے کچھ چیزوں کو بدلنا ہوگا جس میں انسان کو بحیثیت انسان عزت دینا بھی ہے دوسری یا تیسری چوتھی شادی ہمارے مذہب میں جائز ہے اور جس چیز کو دین جائز کہتا ہے اسے ہم کیسے غلط کہہ سکتے ہیں؟''

کچھ لوگوں نے دلی طور پر ان کی حمایت کی اور کچھ لوگوں نے بادل نخواستہ لیکن معاملہ افہام و تفہیم سے بہتر ہو گیا تھا۔

سیاست کے جھمیلوں سے وہ خود بھی تھک چکے تھے اور اپنے بیٹے کو ان معاملات سے دور رکھنا چاہتے تھے لیکن ان کی خواہش تھی کہ علاقے کے غریب عوام کے لئے کچھ ایسا کریں کہ ان کی قسمت بدل جائے اور وہ یہ کام کسی طرح بھی کر سکتے تھے اس کے لیے کرسی کا ہونا ضروری نہیں تھا، مہمانوں کے جانے کے بعد وہ کامل شاہ کے ساتھ کمرے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی

''آپ نے میری خاطر اپنی سیاسی زندگی اور اپنی کرسی کو کیسے چھوڑ دیا؟'' وہ اس کا سوال سن کر مسکرا دیئے ''میں نے برسوں کے بعد تمھیں پایا ہے اور اب تمہیں پا کر کھونا میرے لیے ناممکن ہو گیا ہے یہ تو صرف سیاست اور کرسی ہے اگر تمہارے بدلے میں مجھے اپنا سب کچھ دینا پڑے تب بھی میں ایک بار نہیں سوچوں گا اور اپنا سب کچھ تمہارے ساتھ کا صدقہ سمجھ کر دے دوں گا۔'' وہ نم آنکھوں سے انہیں دیکھتے ہوئے ہوئے دل ہی دل میں اپنے رب کا شکر ادا کر رہی تھی جس نے طویل آزمائشوں کے بعد اسے صبر کا انعام دے دیا تھا وہ اپنے آپ کو انعام یافتہ سمجھ کر خوش ہو رہی تھی۔ ''میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میری عزت رکھنے کے لئے سب کے سامنے زمزمہ بیگم کو مار دیا تھا ایک پل کے لیے مجھے افسوس بھی ہوا تھا کیونکہ میں نے زمزمہ سے محبت کی تھی اور جن سے شدت کی محبت ہوتی ہے ان کی

موت کا جھوٹا اعلان بھی اندر سے توڑ دیتا ہے" وہ ان کی بات سن کر چند لمحے تک انہیں چپ چاپ دیکھتی رہی پھر دھیرے سے بولی "مرشد جی! میں تو کبھی زمزمہ بیگم تھی ہی نہیں میں اندر سے ہمیشہ سے زینب ہی ہوں مجھے زمزمہ کی موت کا کوئی افسوس نہیں ہے کیونکہ وہ اصلی نہیں تھی نقلی تھی اور آپ نے مجھ میں اصلی زینب کو دیکھ کر ہی مجھ سے محبت کی تھی, جس عورت نے اپنی خوشیاں قربان کی تھیں وہ بھی اصل میں زمزمہ نہیں تھی بلکہ زینب تھی

ہاں زینب زمزمہ کی دل سے شکر گزار ہے اس لیے کہ جب سب نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا تب بھی زمزمہ اس کی اور اس کی بیٹی کی بقا کے لیے ناچتی رہی گاتی رہی اس نے ثابت کر دیا کہ ناچنے گانے والی عورت میں بھی وفا ہوتی ہے اور جانتے ہیں میں نے اسے کیوں مار دیا؟ اس لیے اسے مار دیا کہ وہ بہت تھک چکی تھی بعض اوقات موت تھکن اور اذیت سے نجات کا ذریعہ ہوتی ہے وہ اکثر زینب کو سرگوشیوں میں بتایا کرتی تھی کہ اسے شمع محفل بن کر مردوں کی نظروں کی تیر کیسے اس کے وجود کو زخم زخم کر دیتے ہیں, وہ روتے سسکتے زینب کے کندھے پر سر رکھ کر آنسو بہاتے ہوئے بتایا کرتی تھی کہ چند نوٹوں کی خاطر نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسنا مسکرانا کتنا مشکل ہوتا ہے وہ زینب کو کہا کرتی تھی کہ تم خوش قسمت ہو جو چھپ کر بیٹھی ہوئی ہو دوسرے مردوں کے لیے بننا سنورنا کتنا تکلیف دہ ہے یہ ایک ناچنے گانے والی عورت ہی جان سکتی ہے میں نے بہت سوچ سمجھ کر زمزمہ کو مارا ہے جو لوگ زمزمہ کے عروج کو اس کی قسمت سمجھتے تھے انہیں پتہ ہی نہیں کہ یہ عروج اصل میں زوال تھا میرے ہاتھوں پر کوئی بھی زمزمہ کے خون کے نشان نہیں ڈھونڈ سکتا کیوں کہ اس کے بدن کی رگوں میں خون نہیں مجبوری اور تھکن دوڑ رہی تھی وہ مرتے وقت بہت خوش تھی اور مجھے کہہ رہی تھی کہ زینب بی بی میں نے اس لیے ہمیشہ تمہیں حفاظت سے رکھا کہ تم ہی مجھے اس تھکن اور درد کی اذیت سے نجات دلا سکتی ہو۔"

وہ رو رہی تھی اور کامل شاہ اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے "چلیں میں نے بھی آپ کو زمزمہ کا خون بخش دیا ہے لیکن اب میری زینب کی حفاظت کرنا۔" وہ اپنی اوڑھنی کے کونے سے آنسو پونچھتے ہوئے بولی "اب زینب کے لیے نئے ناچنے گانے والے زمزمہ مر چکی ہے اس لیے اس کی حفاظت آپ کا ذمہ ہے۔"

دونوں ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کرنے لگے۔

☆.....☆.....☆

''میں روز رات کو یہاں آ کر بیٹھتا ہوں مگر تم نہیں آتیں؟'' وہ خاموش تھی

لیکن ان کی سوالیہ نظروں کا جواب تو دینا تھا

''آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ مجھے جھوٹ بولنا بالکل نہیں آتا، میں اس ڈر سے رات کو باغیچے میں نہیں آتی کہ ایسا نہ ہو میں آؤں اور آپ نہ ہوں۔'' وہ دلچسپی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر بولے

''اگر آپ کے دل میں یقین ہو تو ناممکن بھی ممکن ہو سکتا ہے''

''لیکن میرے پاس تو دل ہی نہیں'' وہ بے بسی سے نظریں جھکا کر اعتراف کر رہی تھی

''تو جس کے پاس آپ کا دل ہے اس نے آپ کے دل کو خوب کھنگال کر دیکھا ہے وہاں یقین نہیں شک موجود ہے۔''

ابراہیم شاہ کی گہرے لہجے میں کی گئی بات اس کے گال تپا گئی۔

''خود کو شک کہہ رہے ہیں؟''

اس کا بے ساختہ پوچھا گیا سوال اتنا معصوم تھا کہ ابراہیم شاہ کھلکھلا کر ہنس دیے۔

''یار تم واقعی اتنی معصوم ہو یا بنتی ہو؟''

وہ بھی جواباً بولی ''آپ واقعی اتنے اچھے ہیں یا بنتے ہیں؟'' وہ بدستور مسکراتے رہے

''کب تک یوں باغیچے میں ایک دوسرے کا انتظار کرتے رہیں گے؟''

وہ دونوں دل ہی دل میں یہ سوچ رہے تھے لیکن ان کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا

''جب میں شروع شروع میں ایک بالکل الگ ماحول سے یہاں اس شہر میں آئی تھی تو مجھے یہاں کا سب کچھ بہت برا لگتا تھا اپنا گاؤں اور گاؤں کی گلیاں سہیلیاں ادے اور دادی کی قبریں وہاں کی ہوائیں وہاں کی فضائیں پھول پودے اور درخت سب کچھ ہی یاد آتا تھا مجھے استانی جی کا گھر اور گھر کا وہ رستہ بھی یاد آتا اور جب میں آنکھیں بند کر کے تصور میں دیکھتی تو اس رستے پر کتنی جگہ کنکر پتھر پڑے ہیں

اور کس دروازے پر کس رنگ کا پردہ ٹنگا ہوا ہے یہ بھی یاد تھا

میں روز رات کو سونے سے پہلے آنکھیں بند کر کے اپنے گاؤں کی سہیلیاں اور وہ سارے منظر دیکھا کرتی تھی جو کبھی میری زندگی کا لازمی حصہ ہوا کرتے تھے

پھر میں ان سب سے جدائی پر روتے روتے سو جاتی تھی اکثر خواب میں داجی آتے یا پھر ادے اور پھر وہ مجھے تسلی دے کر کہتے کہ کوئی بات نہیں ہے ایک دن سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا لیکن جب سے آپ میری زندگی میں آئے ہیں میں آنکھیں بند کرتی ہوں تو مجھے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا سوائے ابراہیم شاہ کے.....

ایک دن ادے بہت دن بعد خواب میں آئی تو میں نے اس سے پوچھا کہ ادے آپ نے مجھے بھلا ہی دیا ہے؟ تو جانتے ہیں اس نے مجھے کیا جواب دیا؟ اس نے کہا اب ہم اطمینان سے اپنی دنیا میں مگن ہو گئے ہیں یہ دیکھ کر کہ ہماری پیاری بیٹی کے پاس ابراہیم شاہ ہیں نا"

وہ دھیرے دھیرے بولے جا رہی تھی اور ابراہیم شاہ کے اندر کہیں شہنائیاں بج رہی تھیں

"ہم اتنی محبت اتنی عزت اتنے احترام کے قابل نہیں ہیں تارا گل ہمیں یہ سب نہ دو"

ان کے یوں کہنے پر وہ پلکیں اٹھا کر انہیں دیکھنے لگی

"یہ سب لینا اور دینا انسان کے اپنے بس میں کہاں ہوتا ہے؟"

دونوں خاموشی سے باغیچے میں رکھی کرسیوں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے درمیان میں بڑی سی میز پڑی ہوئی تھی وہ اس میز پر رکھی پھولوں کی ٹوکری کی طرف دیکھ کر بولی

"کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کیا عمر ایسے ہی کٹ جائے گی کہ ہمارے درمیان کوئی نہ کوئی چیز حائل ہی رہے گی کبھی ذات پات کبھی معاشرتی اونچ نیچ کبھی غربت اور امارت کبھی نوکر اور مالک کا فرق کبھی رسموں رواجوں اور زبانوں کا فرق؟ پھر یہ سوچ کر خود کو سمجھاتی ہوں کہ درمیان میں کچھ بھی حائل رہے لیکن جدائی حائل نہ ہو میں مرشد کی کنیز بن کر خدمت کرتی رہوں آپ کے لیے باجرے کا تھال بنا کر ہاتھ میں پکڑا دوں کہ کبوتروں کو دانہ ڈالیں آپ کی کتابوں کی دھول اپنی اوڑھنی سے جھاڑتی رہوں آپ کے لیے رات کو دودھ میں زعفران ڈال کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دوں کبھی کبھی رات کو یہاں بیٹھ کر آپ سے باتیں کرتی رہوں اور بس"

وہ خاموشی سے اس معصوم لڑکی کی طرف دیکھ رہے تھے ان کا جی چاہ رہا تھا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھیں اور کہیں کہ لو اب ہمارے درمیان سوائے محبت کے کچھ نہیں رہا لیکن وہ ایسا کرتے ہوئے ڈر رہے تھے کیوں کہ اچھی طرح سے جانتے تھے وہ ایک غریب اور لاوارث لڑکی ہے اس گھر کی خدمت گار ہے اور بالکل الگ ماحول زبان اور رسم و رواج کے علاوہ اس کے چہرے آنکھوں اور بالوں کا رنگ بھی مختلف ہے اسے قبیلے والے کیسے نوکرانی سے سیدانی کے روپ میں تسلیم کریں گے؟

اور ان سب چیزوں کے علاوہ فاطمہ حسن علی بھی تو تھی جو ان کے حلق کا کانٹا بن چکی تھی نہ نگل سکتے تھے اور نہ اگل سکتے تھے۔

❁ ❁

ناول عشق جاودانی کی اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

میمونہ صدف کا بہت خوبصورت نیا ناول

سپاس گزار

ہر ماہ باقاعدگی سے کتاب گھر پر پیش کیا جا رہا ہے
نئی اقساط پڑھنے کیلئے وزٹ کریں

kitaabghar.com

راحت جبیں کا بہت خوبصورت نیا ناول

انگناں پھول کھلیں گے

ہر ماہ باقاعدگی سے کتاب گھر پر پیش کیا جا رہا ہے
نئی اقساط پڑھنے کیلئے وزٹ کریں

kitaabghar.com